قسط نمبر۲

جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب

انبیاءؑ کا مشن اور علماء کی ذمہ داریاں اور عصرِ جدید میں رسالتِ محمدیؐ کا نیا اعجاز

۲۔ جدید فلسفے اور معرکہ توحید :- شریعت کے چار شعبے ہیں۔ عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق۔ عقائد کا تعلق ذہن و فکر سے ہے بقیہ تینوں شعبے اعمال وجوارح سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے دین کے اصل شعبے صرف دو ہیں۔ عقائد وافکار اور اعمال زندگی۔ اور اسے مختصر طور پر "فکرو عمل" کہا جاسکتا ہے اور فلسفیانہ نقطہ نظر سے "عمل" سے پہلے "فکر" کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ جب تک انسان کے افکار وخیالات کی صفائی اور اس کے شکوک وشبہات کا ازالہ نہیں ہوجاتا وہ عمل کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتا۔ اور یہ ایک بدیہی ونفسیاتی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لئے قرآن عظیم نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے فکری اصلاح کو عملی اصلاح پر مقدم رکھا ہے اور علمی و عقلی سارے دلائل انسان کے افکار وعقائد کی اصلاح کیلئے پیش کئے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں افہام و تفہیم کے جتنے بھی طریقے ممکن ہوسکتے تھے ان سب کو کام میں لایا گیا ہے اور جدید سے جدید تر علمی وسائنٹفک حقائق سے استدلال کیا گیا ہے۔ عقائد میں اگرچہ متعدد چیزیں آتی ہیں مگر دین کے مہمات عقائد تین ہیں۔ توحید، رسالت اور معاد (قیامت) اور ان میں بھی توحید اور معاد کے عقیدے اہم ہیں، جن کے اثبات سے رسالت کا اثبات بھی خود بخود ہوجاتا ہے اور ضمناً قرآن کا کلام الٰہی ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ لہذا قرآن عظیم ان دو عقائد کے اثبات پر اپنا سارا زور صرف کردیتا ہے۔ چنانچہ دو چار یا دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں مقامات پر اور تقریباً ہر سورہ میں انہی دو امور کا اثبات نظر آتا ہے کیونکہ خدا پرستی کا دارومدار انہی دو عقائد پر منحصر ہے اور اللہ رب العزت نے ان دو عقائد کے ثبوت میں علاوہ عقلی ومنطقی دلائل کے پوری کائنات کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ اس صحیفہ فطرت کی ہر چیز اور اس کا ہر مظہر ان دونوں دعووں کی بخوبی تصدیق وتائید کررہا ہے اور اس کائنات میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو اس حقیقت عظمیٰ کو جھٹلانے یا اسے چیلنج کرنے والی ہو۔ اس لئے انسان کو پوری کائنات چھان مارنے کی تاکید کی گئی

ہے تاکہ وہ اس حقیقت کا عینی طور پر مشاہدہ کرلے۔ ظاہر ہے کہ یہ دعوت فکر اس قدر بلند بانگ دعوے اور پورے عزم وجزم کے ساتھ وہی دے سکتا ہے جو اس کائنات کے اندرون اور اس کے سارے بھیدوں سے بخوبی واقف ہو اور جسے اپنے دعوے کے غلط ہوجانے کا کسی بھی طرح دھڑکا نہ ہو۔ چنانچہ اسی اعتبار سے آج تحقیقات جدیدہ کے باعث یہ سارے ابدی و سرمدی حقائق واضح سے واضح تر ہوتے چلے جارہے ہیں اور قرآن عظیم کے ایک ایک دعوے کا آج ہمیں سائنٹفک طور پر ثبوت مل رہا ہے۔ قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کا اس سے بڑا علمی ثبوت اور کیا چاہئیے؟

غرض عقائد کا دارومدار توحید اور یوم آخرت کے اثبات پر ہے اور ان دونوں میں بھی توحید کا عقیدہ ہی اصلی وبنیادی ہے جس پر دین الٰہی کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اور عقائد کی کتابوں میں بھی اس کو مرکزی اہمیت دی گئی ہے۔ چنانچہ از آدم تا ایں دم دنیا کے تمام فرقوں اور قوموں کے درمیان اسی ایک عقیدے کے اثبات یا نفی پر معرکہ آرائیاں برپا ہوتی رہی ہیں۔ گمراہ فرقوں کو اس عقیدے کے سمجھنے میں سخت ٹھوکر لگی ہے۔ چنانچہ تمام انبیائے کرام علیھم السلام کے دعوت کا مرکز ومحور یہی عقیدہ (لاالٰہ الااللہ) تھا، جس کو ثابت کرنے کی راہ میں انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور اس راہ میں سخت مصائب کا سامنا کیا۔ مشرکین اور دہریوں نے خدائے واحد کا ہر دور میں انکار کیا ہے مگر جس قوم کی دہریت کے اثرات تقریباً ڈھائی ہزار سال سے سارے عالم پر پڑے ہیں وہ یونانی قوم ہے۔ یوں تو یونانی افکار اور ان کے مشرکانہ وملحدانہ نظریات نے ہر دور میں اقوام عالم کو متاثر کیا ہے مگر ان کے یہ افکار ونظریات موجودہ یورپ پر بہت گہرائی کے ساتھ پڑے ہیں اور یونانی مادیت کی چھاپ مغربی اقوام پر صاف نظر آتی ہے اور مغرب کے اثرات سے آج سارا عالم متاثر ہوچکا ہے، جو مغربی علوم سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے اور خود عالم اسلام بھی اس کے اثرات سے بچ نہیں سکا ہے۔ چنانچہ جدید سائنس کی پوری زمین یونانی علوم ہیں۔ جو اس کیلئے جڑوں کی مانند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سائنس اور اس کے مختلف علوم کی تاریخ بیان کی جاتی ہے تو سب سے پہلے یونانی نظریات سے بحث کی جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد عہد بہ عہد سائنس کی ترقیاں دکھائی جاتی ہیں۔ لہذا سائنس داں اور سائنس زدہ لوگ یونانیوں کو اپنا "سلف" مانتے ہیں اور ان کے نظریات وعقائد کا اتباع کرنا اپنے لئے ایک فیشن یا فخر کی بات تصور کرتے ہیں۔ گویا کہ ان کی دقت نظری اور نکتہ سنجیوں کی دھاک اب تک قائم ہے۔ حالانکہ سائنسی علوم کے زمین وآسمان بدل گئے ہیں اور جدید سائنس کا یونانی سائنس سے کوئی تعلق ہی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ غرض فکری اعتبار سے آج اہل یورپ خود کو یونانیوں کا شاگرد و وارث سمجھتے ہیں۔ گویا کہ "علم" کا منبع وماخذ یونان ہے۔

نیز اسی طرح موجودہ دور میں مادیت ، الحاد ، تشکیک اور لاادریت وغیرہ جو بھی فلسفے پائے جارہے ہیں ان سب کا ماخذ وسرچشمہ بھی یونانی نظریات ہی ہیں ، جو اب پھل پھول کر تناور بن چکے ہیں اور عصرجدید میں انہوں نے علم کی " نقاب" اوڑھ لی ہے اور آج اہل اسلام کو انہی تمام ملحدانہ ومادہ پرستانہ افکار اور فلسفوں سے سابقہ ہے اور اس اعتبار سے جدید علوم وفلسفے یونانی افکار ہی کی " ترقی یافتہ" شکل ہیں ۔ لہذا اسلامی ادوار میں جس طرح اسلام اور یونان کی " معرکہ" درپیش تھا اسی طرح یہ معرکہ آج بھی درپیش ہے ۔ بالفاظ دیگر پچھلے ادوار میں اسلام کو قدیم فلسفے کا سامنا تھا تو اب اس کا مقابلہ جدید فلسفے سے ہے ، جو قدیم فلسفے ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے اور یہ فلسفہ یونانی فلسفے ہی کی کوکھ سے نکلا ہے اور اس اعتبار سے یہ اسلام کےلئے ایک نیا چیلنج ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "یونانیت" آج بھی زندہ ہے ۔ اس موقع پر یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ پچھلی دوصدیوں میں سائنس نے مادیت کا نقاب اوڑھ کر دین ومذہب کیلئے ایک زبردست چیلنج پیدا کردیا تھا ۔ لیکن بیسویں صدی کی طبیعیات اور اس کے انکشافات نے اس کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور مادیت کا سارا دم خم ختم ہوکر رہ گیا ہے لیکن مادی فلسفوں کی اکڑفوں ابھی تک باقی ہے اور وہ نئے نئے انداز میں ہمارے سامنے آرہے ہیں ۔ لہذا ان فلسفوں کو علمی میدان میں شکست دینا اور ان کے سحرسامری کو توڑنا موجودہ دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے ۔ اور اس اعتبار سے معرکہ توحید آج بھی درپیش ہے ۔ غرض الحادودہریت کا یہ شجر آج تناور ہوچکا ہے اور اس کی جڑیں سارے عالم میں پھیل چکی ہیں اور کوئی بھی ملک اور کوئی بھی شہراس کی گرفت سے بچ نہیں سکا ہے ۔ بلکہ یہ دجالی فتنہ قریہ قریہ اور دیہات دیہات پہنچ چکا ہے ۔ جدید مادی فلسفوں کا بنیادی مزاج اور ضمیر چونکہ الحادودہریت ہے اس لئے وہ ہر دینی عقیدے اور ہر اخلاقی قدر کو شکست وشبہ اور اجنبیت کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں اور صرف اسی چیز کو تسلیم کرنے پر زور دیتے ہیں جو سائنسی طریقے پر مشاہدات وتجربات کی رو سے ثابت شدہ ہو ۔ بالفاظ دیگر جدید مادیت کی نظر میں " علم" صرف وہی ہے جو محسوسات ومعقولات کے ذریعہ حاصل شدہ ہو اور وہ کسی دوسرے ماخذ علم یا کسی بھی مابعد الطبیعی حقیقت کو ماننے کےلئے تیار نہیں ہے اور یہ موجودہ دور کا عالمگیر مزاج بن گیا ہے جو خالص " عقلیت" پر زور دیتے ہوئے " مادہ" سے ماوراء کسی بھی چیز کو تسلیم کرنے کے موڈ میں دکھائی نہیں دیتا ۔ لہذا عصرجدید کے اس مزاج اور رجحان کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم قرآن عظیم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ اس کتاب حکمت میں جو " آیات بینات" کا ایک پورا سلسلہ

موجود ہے وہ موجودہ دور ہی کیلئے ہے اور اسکا یہ " آیاتی نظام" ایک مکمل فلسفے کی شکل میں مذکور ہے بینات مختلف مقامات میں بکھرے ہوئے ہیں ان سبکو ایک لڑی میں پرونے سے ایک نیا فلسفہ وجود میں آتا ہے جو " اسلامی فلسفہ" کہلا سکتا ہے اور عصر جدید کے مادی فلسفوں کے توڑ کیلئے اس قسم کے اسلامی فلسفے کا وجود نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ایک فلسفے کا مقابلہ ایک فلسفہ ہی کر سکتا ہے اور لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا ہے اور جبتک اس قسم کا جوابی فلسفہ تشکیل نہ پایا جائے دین واخلاق اور عمل وکردار کی دنیا میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ کیونکہ نفسیاتی اعتبار سے انسانی کردار کو بدلنے کیلئے پہلے اسکے ذہنی تطہیر وتعمیر ضروری ہوتی ہے۔ غرض علمی وسائنٹفک نظر سے عقیدہ توحید کا اثبات موجودہ مادہ پرستانہ چیلنج کا صحیح جواب ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی عقائد میں توحید کے علم کو " اشرف العلوم" قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ملاعلی قاریؒ تحریر کرتے ہیں:

" اعلم ان علم التوحید الذی ھواساس بناء التائید اشرف العلوم تبعاً للمعلوم "(۱)۔

اور علامہ ابن یتمیہؒ نے تحریر کیا ہے کہ اصول دین (جیسے توحید، صفات الٰہیٰ، قضاء وقدر، نبوت اور معاد) کے مسائل اور ان کے دلائل کا بیان قرآن اور حدیث میں کافی وشافی طور پر موجود ہے، جن کی معرفت حاصل کرنے اور ان پر اعتقاد قائم کرنے کی لوگوں کو ضرورت پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مسائل کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے اور ان میں عذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ رسولؐ کی تبلیغ کا ایک عظیم ترین حصہ ہے جس کے باعث اللہ کی محبت اس کے بندوں پر قائم ہوتی ہے۔ (۲)۔ اور علامہ طاش کبری زادہ تحریر کرتے ہیں کہ علم اصول دین سے مراد وہ علم ہے جس میں عقلی دلائل کے ذریعہ دینی عقائد کے اثبات کا ملکہ حاصل کیاجاتا ہے اور شبہات کو دور کیا جاتا ہے اور اس کا موضوع متقدمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ہیں۔ " وھوعلم یقتدر معه علی اثبات العقائد الدینیة بایرادالحجج علیها ورفع الشبهة عنها وموضوعه ذات الله سبحانه تعالی وصفاته عندالمتقدمین "۔ (۳)

اس اعتبار سے قرآن عظیم کے نظام دلائل کو مرتب کرکے اصول دین اور خاص کر عقیدہ توحید اور عقیدہ آخرت کا سائنٹفک طریقے سے اثبات کرنا اور دلیل واستدلال کے میدان میں جدید اور بے خدا فلسفوں کو پچھاڑنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ یہ بات اس کی جبلت میں سمودی گئی ہے۔ اب چاہے وہ توحید کا عقیدہ اختیار کرے یا شرک ومظاہر پرستی یا دہریت کا۔ دہریت بھی اصلاً ایک عقیدہ

ہی ہے ، اگرچہ دہریین اپنی " بے عقیدگی " کا کتنا ہی پرچار کیوں نہ کریں ، مگر وہ حقیقت کے اعتبار سے مادیت کے پجاری نظر آتے ہیں اور ان کا سب سے بڑا خدا " مادہ " ہے جس کی کوکھ سے انتخاب طبعی ، تنازع للبقاء بنائے اصلح اور جنسی انحرافات وغیرہ چھوٹے چھوٹے " خدا " نکلتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ بھی شرک ہی کا ایک نیا روپ ہے جو بھیس بدل بدل کر ہمارے سامنے آرہا ہے ۔

غرض نفسیاتی اعتبار سے انسان کو " عقیدہ " سے مفر نہیں ہے اور یہ بھی وجود باری کی ایک نفسیاتی دلیل ہے ۔ " وفی انفسکم افلا تبصرون " اور خود تمہارے انفس میں بھی خدا کے وجود کی نشانیاں موجود ہیں ، کیا تم کو نظر نہیں آتا ؟ (ذاریات : ۲۱) لہذا جو شخص عقیدہ توحید سے اعراض کرے گا وہ کوئی نہ کوئی عقیدہ اختیار کرنے پر خود کو مجبور پائے گا ۔ باالفاظ دیگر جو اپنے خالق اور معبود اصلی کو نہ چاہے گا وہ کسی اور کو اپنا معبود بنانے پر مجبور ہوگا ۔ تو کیا خدائے واحد کی پرستش بہتر ہے یا بہت سے معبودوں کی ؟ " ء ارباب متفرقون خیرام اللہ الواحدالقھار " کیا متفرق معبود بہتر ہیں یا خدائے قہار جو اکیلا ہے ؟ (یوسف : ۳۹)

۳ ۔ **صفات الہیٰ اور توحید شہودی کی ضیاء باریاں** :- حاصل یہ کہ عقلی و عملی دلائل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ذات وصفات کے اثبات کا مسئلہ معرکہ الآراء اہمیت کا حامل ہے ، اور یہ مسئلہ دور قدیم میں جتنا اہم تھا آج اس سے زیادہ اہم نظر آتا ہے ۔ کیونکہ کفار و مشرکین ہوں یا فلاسفہ اور الحاد پرور لوگ ، ہر ایک کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت سمجھنے میں ہی سخت ٹھوکر لگی ہے ۔ لہذا کلامی اعتبار سے ذات وصفات کی حقیقت عقلی وعلمی دلائل کے ذریعہ ثابت کرنا ہر دور کی ایک تمدنی ضرورت ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات یا اچھے اچھے نام (اسمائے حسنیٰ) ہیں جو اس کی ربوبیت (کارسازی عالم) کے مختلف پہلوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ چنانچہ ارشاد باری ہے : " اللہ لا الہ الاھو ، لہ الاسماء الحسنی " وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ، اس کے اچھے اچھے نام ہیں ۔ (طٰہ : ۸) ۔ احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں کی تعداد ۹۹ بتائی گئی ہے ، جن کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے ۔ (۴) اور علمائے حدیث نے قرآن حکیم میں ان کے ماخذ کی نشاندہی کی ہے ۔ (۵) اور علمائے عقائد کی تصریح کے مطابق ان صفات کے دو بڑی قسمیں ہیں : صفات ذاتی اور صفات فعلی ، صفات ذاتی سے مراد وہ ازلی صفات ہیں جو باری تعالیٰ سے کبھی جدا نہیں ہوسکتیں اور وہ یہ ہیں : " حیات ، قدرت ، علم ، کلام ، تکوین ، سمع ، بصر اور ارادہ " ۔ اسکے برعکس صفات فعلی وہ ہیں جو افعال الہیٰ یا حدوث عالم سے

تعلق رکھتی ہوں، جیسے پیدا کرنا، جلانا، مارنا، رزق دینا اور مخلوق کی نگرانی کرنا وغیرہ وغیرہ (۶) اور احادیث میں جو ۹۹ نام آئے ہیں وہ زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی صفات فعلی سے متعلق ہیں جنکو بعض علماء نے تین زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ صفات جمالی، صفات جلالی اور صفات کمالی یعنی وہ صفات جو مختلف حیثیتوں سے باری تعالیٰ کے جمال وجلال اور اس کے کمال پر دلالت کرنے والی ہوں۔ (۷)

چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلی اس کی صفات ذاتی کا عکس ہیں، اس لئے وہ اس کی ربوبیت وخلاقیت کے اظہار کے طور پر عالم تکوین (عالم فطرت) میں جلوہ افروز نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ پوری کائنات صفات الہی کی آماجگاہ ہے۔ چنانچہ امام غزالیؒ کی تصریح نقطہ نظر کے مطابق یہ پوری کائنات "افعال الہی" کا مجموعہ ہے (۸)۔ اس نقطہ نظر سے آپ اس مادی کائنات میں جدھر بھی نظر ڈالئے آپ کو "خدائی کمالات" کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ عالم تکوین کا مطالعہ افعال الہیٰ اور اس کی صفات عالیہ وصفات کمالیہ کا مطالعہ ہے جو دراصل ربوبیت (کارسازی عالم) کی تفصیلات ہیں اور عالم تکوین یا صحیفہ فطرت کے تفصیلی و تحقیقی مطالعہ سے توحید شہودی کا جلوہ عینی وبصری طور پر ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں معرفت الہیٰ حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ عالم تکوین یا عالم ربوبیت کا مطالعہ جتنی گہرائی کے ساتھ کیا جائے معرفت الہیٰ کے دروازے اسی قدر کھلتے چلے جاتے ہیں اور یہ اسلامی نقطہ نظر سے عالم تکوین کے مطالعہ کی اصل غرض وغایت ہے اور اس سلسلے کے دیگر تمام مقاصد ضمنی وثانوی ہیں۔ اسی غرض وغایت کے حصول کیلئے اسلام نے مطالعہ کائنات کی ترغیب دیتے ہوئے متعدد طریقوں سے اس پر ابھارا ہے، تاکہ باری تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جو غلط قسم کے فلسفے اور نظریات پائے جاتے ہیں ان سب کا رد معقول طریقے سے ہوجائے اور انسان اپنے خالق ومعبود کے جمال وجلال کا نظارہ خود اپنی آنکھوں سے کرلے، جس کے بعد ظلمت وتاریکی کے تمام بادل چھٹ جاتے ہیں اور وہ نور الہیٰ کا مشاہدہ عین الیقین اور حق الیقین کے طور پر خود کرسکتا ہے۔ غرض یہ پوری کائنات مادی خلاق عالم کی ذات وصفات کا آماجگاہ ہے اور اس کی صفات عالیہ کی تجلیوں سے بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ "اس کی صفات فعلی سے اس کی صفات ذاتی تک رسائی ہوتی ہے اور پھر اس کی صفات ذاتی سے اس کی ذات اقدس تک رہنمائی ہوتی ہے" (۹)۔ اس طرح اس کائنات میں ایک حیرت انگیز افعال وصفات والی ہستی ضرور موجود ہے جو مادی مظاہرے کے پس پردہ رہ کر اپنے جلوے دکھارہی ہے اور اس اعتبار سے یہ کائنات اپنے گوناگوں مظاہر اور رنگارنگ موجودات کے باوجود ایک مکمل وحدت کا نمونہ پیش کررہی ہے۔ جو باری تعالیٰ کی توحید اور اس کی یکتائی کی چشم دید دلیل وبرہان ہے۔ چنانچہ جو بھی شخص کھلے ذہن ودماغ کے ساتھ ان

مادی مظاہر اور ان کے نظاموں کا تفصیلی و تحقیقی مطالعہ کرے گا وہ اس منطقی نتیجے تک ضرور پہنچے گا۔

۴۔ آیات الٰہی کی جلوہ افروزیاں :-

باری تعالیٰ کا ثبوت دو طریقوں سے ہوتا ہے : ایک دلیل واستدلال کے ذریعے اور دوسرے رویت ومشاہدہ کے ذریعہ ۔ پہلا طریقہ منکرین کے لئے اور دوسرا طریقہ مؤمنین کے لئے ہے ۔ مگر ان دونوں کے لئے مظاہر کائنات کا تفصیلی و تحقیقی علم ضروری ہے اور اس اعتبار سے یہ صحیفۂ فطرت ایک کھلی کتاب ہے جس میں ہر طرف ربوبیت کے جلوے بکھرے ہوئے ہیں اور ہر جگہ وجود باری کی "نشانیاں" یعنی آیات ربوبیت پھیلادی گئی ہیں تاکہ وہ غافل انسانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرسکیں اور شک پسندوں کو دعوت فکر دے سکیں، تاکہ ان کے غلط افکار ونظریات کا تزکیہ ہو اور ان کے عمل وکردار کی تطہیر ہوسکے ۔ یہی وہ اعلیٰ مقاصد ہیں جن کے حصول کے لئے قرآن عظیم میں سینکڑوں آیتیں نظام کائنات سے متعلق مختلف حیثیتوں سے پیش کی گئی ہیں اور نوع انسانی کو پرزور انداز میں یہ دعوت دی گئی ہے کہ وہ مظاہر کائنات کا جائزہ لے کر دیکھے کہ ان کے اندر جو طبعی اور حیاتیاتی نظامات کارفرما ہیں وہ کس طرح ذات باری تعالیٰ کے وجود ویکتائی، ربوبیت وخلاقیت، عجیب وغریب صنعت وکاریگری، زبردست قوت وعظمت، رحمانیت ومخلوق پروری بے مثال حساب دانی، جمال وجلال کی آمیزش، رزق رسانی کی انوکھیت، بے مثال نقاشی ومصوری انوکھی حکمت ومنصوبہ بندی اور حیرت انگیز انجینئری کی شہادت پیش کررہے ہیں اور جن کی صحیح توجیہہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے ۔ غرض یہ پوری کائنات اپنے انتہائی نظم وضبط اور تنظیم ومنصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ جمال آرائیوں اور جلال افروزیوں کی آمیزش کا ایک انوکھا اور تحیر خیز نمونہ پیش کررہی ہیں جس میں کہیں بھی بخت واتفاق کا گزر دکھائی نہیں دے رہا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی خامی یا بے ڈھنگا پن نظر آرہا ہے، جو بخت واتفاق کی مکمل نفی پر دلالت کررہا ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ کائنات اپنے تخلیقی عجائب وغرائب اور انوکھے کرشموں کے باعث ایک زبردست اور بے مثال ہستی کے وجود کا اتہ پتہ بتارہی ہے کہ یہ نقش ونگار اور یہ صناعیاں اور مظاہر فطرت کا یہ حسن وجمال اور ان کا البیلا پن غرض یہ سارے فوق الفطرت کرشمے عقل انسانی کو ورطہ حیرت میں مبتلا کررہے ہیں کہ یہ سب بغیر کسی خلاق ہستی کے خود بخود وجود میں نہیں آسکتے اور بغیر کسی ناظم ونگران کے آپ سے آپ رواں دواں نہیں رہ سکتے ۔ لہذا منطقی اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زبردست اور انوکھی کائنات کا کوئی رب اور الہ ضرور ہے جو

نہایت درجہ عظیم اور انوکھی و بے مثال قدرت والا ہے ۔ یہی خدائے جبار وقہار ہے ، جس کے وجود کی گواہی اس کائنات کا ذرہ ، ذرہ ، ڈالی ڈالی اور بوٹا بوٹا دے رہا ہے اور ہر سو اس کے وجود اور اس کی قدرت وربوبیت کی " نشانیاں" یعنی دلائل ربوبیت بکھرے ہوئے ہیں ، جو انسان کو اپنی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اگر خلاق عالم کے وجود کا اتہ پتہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو ہمارا جائزہ لے لو اور ہمارے نظاموں کے اندر جھانک کر دیکھ لو تو ہماری انوکھی خلقت وبناوٹ اور ہمارے تحیر خیز نظامات تمھیں سب کچھ بتادیں گے کہ ہمارا وجود دراصل ایک غیر مرئی مگر حقیقی " جادوگر" کا مرہون منت ہے ، جو ہمارے پس پردہ بیٹھ کر ہمیں حرکت دے رہا ہے ۔ اسی بناء پر طبیعی نقطہ نظر سے ہمارے نظاموں کی توجیہہ ناممکن نظر آتی ہے کیونکہ ہمارے نظامات کی تشکیل ایک فوق الطبیعی ہستی کے دست قدرت میں ہے ۔ غرض مظاہر عالم کا یہ وہ سبق اور حاصل مطالعہ ہے جو ان کے نظاموں کے تفصیلی اور تحقیقی جائزہ کے بعد سامنے آتا ہے اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے : " وفی الارض ایت للموقنین - وفی انفسکم افلا تبصرون " : یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمھارے انفس میں بھی ،کیا تم کو نظر نہیں آتا ؟ (ذاریات : ۲۰ - ۲۱) " انا فی السموت والارض لایت للمومنین - وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایت لقوم یوقنون " : زمین اور آسمانوں میں ایمان والوں کیلئے یقیناً بہت نشانیاں (دلائل ربوبیت) موجود ہیں ۔ اور اسی طرح تمھاری اور دیگر جانداروں کی خلقت وبناوٹ میں بھی یقین کرنے والوں کیلئے نشانیاں موجود ہیں (جاثیہ : ۳ - ۴) ۔

ایک اعلیٰ درجے کا سائنسدان اگر صحیح نقطہ نظر سے نقوش فطرت کا جائزہ لے تو وہ سچا موحّد اور خدا پرست بن سکتا ہے کیونکہ یہ مظاہر حیرت واستعجاب کے باوجود معنویت ومعقولیت سے بھرپور ہیں اور قدم قدم پر حکمت و منصوبہ بندی کا مشاہدہ ہوتا ہے ۔ الغرض مظاہر عالم کے گہرے مطالعہ وجائزہ سے ان میں ودیعت شدہ دلائل ربوبیت کھل کر سامنے آجاتے ہیں جو ایک طرف غافل انسانوں کو متنبہ کرنے اور منکرین کے خلاف حجت قائم کرنے کا باعث ہیں تو دوسری طرف اس مطالعہ وجائزے کے نتیجے میں اہل ایمان کا ایمان تازہ ہوجاتا ہے اور وہ علمی و " اخباری" درجے سے نکل کر مشاہداتی اور وجدانی بن جاتا ہے اور بندہ عین الیقین اور حق الیقین کی منزل میں پہنچ جاتا ہے اور اس منزل میں پہنچ جانے کے بعد باطل کی کوئی بھی فسوس کاری اس کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں کرسکتی اور یہ ایمان ویقین کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے جس کو حدیث شریف میں " احسان" کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے ۔ چنانچہ ایک حدیث کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی

شکل میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوالات کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ تھا ۔ " احسان کیا چیز ہے ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو ۔ اگر ایسا کرنا تمھارے لئے ممکن نہ ہو تو اس کی بندگی اس طرح کرو کہ گویا کہ اللہ تم کو ضرور دیکھ رہا ہے " ۔ (۱۰) ۔ اس مقام ومرتبہ پر پہنچ جانے کے بعد انسان کے کردار و سیرت کا سدھار ہوتا ہے اور حسن اخلاق کے سوتے پھوٹتے ہیں ۔ اور اس کے نتیجے میں معاشرہ متوازن اور پاک وصاف رہتا ہے ۔ قرآن عظیم کا " آیاتی نظام " ایک مکمل فلسفے کا حامل ہے جو دراصل طبیعات اور مابعد الطبعیات میں ربط و تعلق دکھاکر بگڑے ہوئے انسانوں کی ذہنی دھلائی کرنا چاہتا ہے ۔ اور یہ سارا عمل " جدلیات قرآن " کے تحت آتا ہے ، جو قرآنی ہدایت ہی کا ایک حصہ ہے ۔ چنانچہ دور قدیم میں اسلام کا سابقہ یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین سے تھا تو اب اس کا مقابلہ ملحدین اور مادہ پرستوں سے ہے ۔ چونکہ قرآن عظیم ہر دور کے لئے نامہ ہدایت ہے اس لئے اس میں ہر دور کی ذہنیت ونفسیات سے نپٹنے کے دلائل و دیعت کردئے گئے ہیں اور یہ بھی قرآن عظیم کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کلام حکمت میں سیکڑوں آیتیں مظاہر کائنات اور ان کے نظاموں سے متعلق موجود ہیں جو دلائل ربوبیت سے متعلق ہیں اور وہ منکرین ومعاندین پر مؤثر انداز میں خدائے علیم وخبیر کی حجت پوری کرتی ہیں ۔ تاکہ جسے راہ یاب ہونا ہو وہ ان دلائل کے ملاحظہ سے مشرف بالایمان ہوکر اپنی عاقبت درست کرلے اور جسے مرنا ہو وہ دلیل دیکھ کر مرجائے ، تاکہ خداوندقدوس پر پیام حق نہ پہنچانے کا الزام عائد نہ ہو ۔

۵ ۔ علم انسانی قرآن کی نظر میں حجت :- اس لحاظ سے آج حاملین قرآن پر یہ فریضہ عائد ہوتا کہ وہ عصری ذہنیت کے مطابق قرآن عظیم کے نظام دلائل یا " فلسفہ ربوبیت " کا جائزہ لے کر منکرین حق پر اتمام حجت کریں ۔ اور اس مقصد کےلئے جدید سے جدید تر تمام علوم اور خاص کر تجرباتی علوم کا جائزہ لیں ۔ چنانچہ جدید تجرباتی علوم کی روشنی میں نظام کائنات سے متعلق دلائل ربوبیت کھل کر سامنے آگئے ہیں جو اس صحیفہ حکمت کے علمی اعجاز کو ظاہر کرتے ہیں اور اس اعتبار سے اس راہ میں کام کرنے والوں کیلئے ایک سنہرا موقع ہاتھ آگیا ہے ۔ مگر آج اہل اسلام دو بنیادی غلط فہمیوں کی بنا پر ان علوم سے چھوت چھات برت رہے ہیں ۔ اول یہ کہ وہ تجرباتی یا سائنسی علوم کو " علم غیر " تصور کرتے ہوئے ان کا رشتہ قرآن سے تسلیم کرنے کیلئے آسانی کے ساتھ تیار دکھائی نہیں دیتے ۔ اور دوم یہ کہ اگر اس حقیقت کا اعتراف بمشکل تسلیم کرتے بھی ہیں تو معاً ان علوم کے " نامعتبر " ہونے کا شکوہ کرتے ہوئے انہیں یکسر رد کردیتے ہیں کیونکہ یہ علوم ان کی نظر میں

"تغیرپزیر" ہیں ۔ جس کے باعث ان سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہو سکتا ۔ اور یہ دونوں باتیں تقریباً تمام دینی حلقوں میں پوری طرح رچ بس گئی ہیں جس کی وجہ سے آج سائنسی علوم کو بنیاد بناکر کوئی اصلاحی کام کرنا اور قرآن عظیم کی قدروقیمت ظاہر کرنا ایک انتہائی مشکل کام بن گیا ہے اور اس سلسلے میں سب سے بڑی حیرت یہ ظاہر ہے کہ جدید تجرباتی علوم کے تعلق سے آج قرآن عظیم کا جو سب سے بڑا علمی اعجاز ظاہر ہورہا ہے اسے خود مسلمان تسلیم کرنے کیلئے تیار دکھائی نہیں دے رہے ہیں ۔ چنانچہ آج جدید سے جدید تر علمی انکشافات کے باعث قرآنی حقائق ومعارف کے ظہور کا ایک سیلاب سا آگیا ہے اور " آفاقی وانفسی" نشانیاں (ذاریات : ۲۰ ۔ ۲۱) نئے نئے انداز میں جلوہ گر ہوکر نوع انسانی کو مبہوت وششدر کررہی ہیں ، جن کی وجہ سے توحید، رسالت اور یوم آخرت کی حقانیت پر مسکت علمی براہین فراہم ہورہے ہیں اور اس مظاہرہ حق کے باعث آج طبیعیات اور مابعد الطبیعیات میں تطبیق کا راستہ آسان ہوگیا ہے ۔ چنانچہ اس تطبیق کے باعث علم الہیٰ کی ازلیت کا آفاقی نظارہ ہورہا ہے ، وحی الہی کی صداقت پر نئی روشنی پڑرہی ہے اور خدائے علیم کی حکمت ومنصوبہ بندی سامنے آرہی ہے ۔ غرض اس مظاہرہ الہی کے باعث پورے سلسلہ ایمانیات کے تجدید ہورہی ہے ، جسکے نتیجے میں علم دین کا احیاء اور ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ برپا ہوسکتی ہے ۔ مگر یہ سارے فوائد قرآن عظیم اور جدید سائنسی علوم میں تطبیق کے باعث ہی ظاہر ہوسکتے ہیں اور اس سلسلے میں اہل اسلام کے درمیان جو غلط فہمیاں پائی جارہی ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں ۔ جہاں تک پہلی غلط فہمی کا تعلق ہے تو یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیئے کہ آج جو علم " سائنس" کے نام سے مشہور ہے وہ اصلاً ایک اسلامی علم ہے جو قرآن سے نکلا ہے ۔ چنانچہ اسلامی عقائد کی رو سے باری تعالیٰ کی جو آٹھ ذاتی صفات ہیں (تفصیل پچھلے صفحات میں گزرچکی ہے) ان میں سے ایک " تکوین" بھی ہے جو " خلق وابداع" کی نمائندگی کرتی ہے ۔ اس اعتبار سے یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی صفت تکوین کی مظہر ہے جس کا مطالعہ ذات باری تعالیٰ اور اس کے صفات عالیہ کا مطالعہ ہے ، جو معرفت الہیٰ کا باعث ہے جیساکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے تصریح کی ہے (۱۱) ۔ اور یہ اسلامی فلسفے کی اصل غرض و غایت ہے ۔ بعض مسلم فلاسفہ نے اس پہلو پر بھی تحقیقی کام کیا تھا ۔ چنانچہ قرون وسطی میں فلسفے کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ اشیائے عالم کے مطالعہ کےذریعہ باری تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جائے اور قرآنی تحریک کے مطابق اسلامی دور میں تکوینی علوم کی ترقی کے سلسلے میں کافی کام ہوا ۔ مگر مسلم حکومتوں کے زوال کے بعد جب یہ علم مغربی ممالک میں پہنچا تو وہ بجائے " تکوین" کے " سائنس" کہلانے لگا ۔ اس بنا پر اب اجنبیت پیدا ہوگئی ہے اور اسے قبول کرنے میں اہل اسلام کو بڑا تکلف ہورہا ہے ۔ مگر ظاہر ہے کہ کسی چیز کا نام بدل جانے سے اسکی حقیقت بدل نہیں سکتی ۔ یہ علم ہمارا

تھا اور ہمارا ہی رہنا چاہئیے ۔ جسے اسلام نے اپنے اپنے شرعی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ترقی دی تھی ۔ اور یہ علم آج ایک تناور درخت کی طرح بار آور اور ثمر آور بن چکا ہے اور اب اس کے ہر برگ وبار سے اصول دین کی تصدیق کی صدائیں بلند ہورہی ہیں ۔ لہذا یہ علم کسی بھی طرح " اچھوت " نہیں ہوسکتا ۔ دین اسلام ہمیں حقائق وواقعات کے انکار کی تعلیم نہیں دیتا ۔ بلکہ ہر حقیقت کو تسلیم کرکے علم وعقل کی روشنی میں اس سے نپٹنے کی تربیت دیتا ہے ۔ لہذا حقائق کا انکار دین وشریعت کی کوئی خدمت نہیں ہے ، بلکہ یہ فعل جدید طبقے میں دین وشریعت سے بیزاری بلکہ دست برداری کا جذبہ پیدا کرنے کا باعث بن سکتا ہے ۔ غرض تجرباتی علوم عقلی وشرعی ہر حیثیت سے ہمارے لئے قابل حجت ہیں اور موجودہ دور میں ان علوم کی ترقی کے باعث نہ صرف قرآن عظیم کا نیا اعجاز سامنے آرہا ہے بلکہ انہی علوم ومسائل سے عصر جدید پر خدا کی حجت بھی ثابت ہورہی ہے ۔ چنانچہ حسب ذیل آیات صاف صاف اس مسئلے پر روشنی ڈال رہی ہیں کہ انسانی علوم جو تجرباتی ومشاہداتی ہوں وہ خدائے علیم وخبیر کی نظر میں حجت اور قابل استدلال ہیں : "الم تر ان اللّٰہ انزل من السماء ماءفسلکه ینابیع فی الارض ثم یخرج به زرعاً مختلفاالوانه ثم یهیج فتراه مصفراً ثم یجعله حطاماً،ان فی ذلک لذکری لاولی الالباب " :

(اے مخاطب) کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اسے زمین میں چشموں کی شکل میں چلادیا ؟ پھر وہ اس پانی کے ذریعہ رنگ برنگی کھیتی اگاتا ہے ، پھر جب وہ پک جاتی ہے تو تم کو زرد دکھائی دیتی ہے ۔ پھر وہ اسے چورچور کردیتا ہے ۔ اس مظہر (ربوبیت) میں دانش مندوں کے لئے ایک درس عبرت ہے (زمر ۲۱) " اولم یروالی الطیر مسخرات فی جو السماء مایمسکھن الااللّٰہ ، ان فی ذلک لایت لقوم یومنون " کیا ان لوگوں نے پرندوں کا نظارہ نہیں کیا کہ وہ (کسطرح) آسمانی فضا میں تھمے ہوئے ہیں ؟ انہیں بجز اللہ کے کوئی نہیں تھامتا ۔ اس مظہر خداوندی میں یقین لانے والوں کے لئے (بہت سی) نشانیاں موجود ہیں (نحل ۷۹) ۔

" اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض کانتارتقاً ففتقنا هما ، وجعلنا من الماء کل حی ، افلایومنون " کیا ان منکرین نے (اپنی تحقیقات کی روشنی میں) مشاہدہ نہیں کیا کہ (ابتداء میں) ارض وسماوات باہم ملے ہوئے تھے اور یہ کہ ہم نے پانی ہی سے ہر زندہ چیز بنائی ہے؟ تو کیا (ان عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی) یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے ؟ (انبیاء ۳۰)

" افلاینظرون الی الابل کیف خلقت ۔ والی السماء کیف رفعت ۔ والی الجبال کیف نصبت ۔ والی الارض کیف سطحت ۔ فذکر انما انت مذکر " :

کیا یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کی خلقت کس طرح (عجیب وغریب طور پر) بنائی گئی ہے ؟ اور آسمان کس طرح اونچا اٹھایا گیا ہے ؟ پہاڑ کس طرح (زمین میں مضبوطی کے ساتھ) دھنسائے گئے ہیں ؟ اور زمین کس طرح(اسکی پوری گولائی میں) پھیلادی گئی ہے ؟ لہذا آپ (ان تمام مظاہر کا مطالعہ کرکے ان لوگوں کو خدا کے وجود اور اس کی قدرت وربوبیت پر) متنبہ کیجئے ۔ تمھارا کام صرف متنبہ کردینا ہے ۔ (غاشیہ : ۱۷ ۔ ۲۱)۔ اس قسم کی بہت سی آیتیں موجود ہیں اور ان سب کی مفصل تشریح وتفسیر کےلئے ایک دفتر چاہئیے ۔ مگر مختصر طور پر عرض ہے کہ ان آیات کریمہ پر پہلی ہی نظر سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ رب العالمین کی نظر میں انسانی مشاہدات و تجربات قابل حجت ہیں ،کیونکہ انہیں کے ذریعہ وہ عالم مظاہر میں اپنے نشانات ودلائل ظاہر کرنا اور منکرین حق کی بے اعتباری دور کرنا چاہتا ہے ۔ اسی وجہ سے اس نے تمام موجودات عالم میں پوری وضاحت کے ساتھ یہ ساری " نشانیاں" رکھ چھوڑی ہیں ،جو غور وفکر کے باعث منظرعام پر آتی ہیں اور اسی وجہ سے اس نے نظام کائنات کا مشاہدہ کرنے اور ہر مظہر فطرت کا انتہائی باریک بینی کے ساتھ جائزہ لینے کی تاکید کی ہے ۔ چنانچہ اوپر مذکور پہلی آیت کے مطابق نباتاتی مظاہر میں غور کرنے سے " حیات ثانی" کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور اس کے وقوع میں آنے کی کیفیت پر سائنٹفک دلائل فراہم ہوتے ہیں جو غافل انسانوں کو جگانے کےلئے حددرجہ مؤثر ہوسکتے ہیں ۔ دوسری آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز قدرت کا اظہار مقصود ہے کہ پرندوں کی خلقت وبناوٹ اور ان کے احوال وکوائف کا جائزہ لینے پر وجودباری کے بہت سے دلائل سامنے آتے ہیں ۔ تیسری آیت اس حقیقت عظمیٰ پر بخوبی روشنی ڈال رہی ہے کہ نہ صرف انسانی مشاہدات معتبر ہیں بلکہ اس کا قیاس واستنباط بھی قابل حجت ہے ،یعنی انسان اپنی عقل وفکر اور منطقی استدلال کے ذریعہ حقائق بعیدہ کا بھی ادراک کرسکتا ہے ۔ باالفاظ دیگر معلوم حقائق کے ذریعہ نامعلوم حقائق تک بھی پہنچ سکتا ہے ۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ ماضی بعید کے ایک " تکوینی واقعہ" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمارہا ہے کہ انسان اپنے غوروفکر ،قیاس اور قوت استنباط کے ذریعہ اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ ایک خدائی پیش گوئی یا ایک " خبر" کے طور پر اس کلام حکمت میں موجود تھی اور تحقیقات جدیدہ نے اس حقیقت تک رسائی حاصل کرکے کلام الہیٰ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے کہ ابتداءً پوری کائنات کا " مادہ" ایک عظیم گولے کی شکل میں تھا جو ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ کر منتشر ہوگیا اور اسکے نتیجے میں ستارے ، سیارے اور کہکشائیں وجود میں آئے ۔ چنانچہ یہ نظریہ دنیائے سائنس میں " نظریہ عظیم دھماکہ" (بگ بینگ تھیوری) کے نام سے مشہور و

مقبول ہے ۔ اس سائنسی انکشاف سے قرآن عظیم کی صداقت اور اسکی علمی قدروقیمت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ۔ صحیفہ ربانی میں اس قسم کی بہت سی " علمی خبریں" اور پیش گوئیاں موجود ہیں جو اہل ایمان کے ایمان میں اضافے اور منکرین کیلئے باعث عبرت ہیں ۔ بہرحال یہ آیت کریمہ انسانی محسوسات ومعقولات اور اسکے تجربات وقیاسات کے معتبر ہونے پر ایک قطعی اور روشن ترین دلیل ہے ۔ اور اب جہاں تک اوپر مذکور سورۃ غاشیہ کی آیات کا تعلق ہے تو وہ اس منشائے ربانی پر دلیل ناطق ہیں کہ اہل ایمان مظاہر فطرت کے مختلف نظاموں کا جائزہ لےکر ان میں موجود شدہ حقائق تک رسائی حاصل کریں پھر انکے ذریعہ عالم انسانی کو متنبہ کریں ۔ چنانچہ اہل ایمان کو حکم ہے کہ وہ بذریعہ " تذکیر" یہ خدمت انجام دیں ، جیسا کہ ارشاد باری ہے : " فذکرانما انت مذکر " (تم (ان لوگوں کو یہ سارے حقائق) یاد دلادو ۔ تمھارا کام صرف یاد دلانا ہے لہ پھر اسکے بعد مزید ارشاد ہے : " لست علیھم بمصیطر" (تم ان پر داروغہ نہیں ہو)۔ یعنی تمھارا کام صرف تذکیر وتنبیہ ہے ، چاہے وہ مانیں یا نہ مانیں کیونکہ کسی کو راہ راست پر لانا رسول یا اس کے نائبین کا کام نہیں ہے ۔ انکاکام تو محض تبلیغ وارشاد ہے کہ وہ خدا کا پیغام اسکے بندوں تک پہنچادیں ۔ باقی ان کو راہ ہدایت دینا یا نہ دینا تو وہ اللہ کے اختیار کی بات ہے اوراس اعتبار سے یہ آیات اہل ایمان کے مقام ومنصب اور انکے داعیانہ فرائض وکردار پر بھی بخوبی روشنی ڈال رہی ہیں کہ وہ موجودہ دور کی عقلیات اور اسکے تقاضوں کے پیش نظر حقیقت پسندانہ رویہ اپناتے ہوئے نوع انسانی کے افکار واذہان کی تطہیر وتزکیہ کا فریضہ انجام دیں تاکہ دین الہیٰ کو غلبہ واستیلا حاصل ہوسکے اور یہ امت مسلمہ کا ایک بنیادی فریضہ ہے جو علماء امت پر عائد ہوتا ہے ۔ کیونکہ نوع انسان کو راہ راست پر لانا انہی کی ذمہ داری ہے ۔اگر علماء اس میدان میں ناکام ہوجائیں تو پھر اس کا وبال ساری امت پر آئے گا ۔ (جاری ہے)

حواشی

(۱). شرح فقہ الاکبر، ص ۵ ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ۱۹۸۴ء (۲). خلاصہ از موافقۃ صحیح المنقول : ۱ / ۴۳ ۔ دارالکتب العلمیۃ ۱۹۸۵ء (۳). مفتاح السعادۃ ، ۲ / ۱۹ ، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد (۴) . بخاری ، ۷ / ۱۶۹ مطبوعہ استانبول ، مسلم ۴ / ۲۰۴۳ مطبوعہ ریاض ۔ (۵). فتح الباری ، حافظ ابن حجر عسقلانی ، ۱۱ / ۲۱۷ ۔ ۲۱۸ ، مطبوعہ ریاض ۔ (۶) دیکھئے شرح فقہ الاکبر ، از ملا علی قاری ، ص ۲۵ ۔ ۳۵ ، مطبوعہ بیروت ۔ (۷). دیکھئے سیرت النبیؐ ، از علامہ سید سلیمان ندوی ، ۴ / ۴۹۰ ۔ ۵۱۰ اعظم گڑھ ۔ (۸). دیکھئے جواہر القرآن ، از امام غزالیؒ ، ص ۲۶ ، مطبوعہ بیروت ۱۹۸۵ء (۹). دیکھئے حوالہ مذکورہ ، ص ۴۲ ۔ (۱۰). بخاری کتاب الایمان : ۱ / ۱۸ ، مسلم کتاب الایمان : ۱ / ۳۹ (۱۱). دیکھئے شرح فقہ الاکبر ، از ملا علی قاری ۔ ص ۲۶